کامیابی کے اصول
اور اللہ کے مقبول بندے

تالیف
محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

ناشر
دار البحوث والنشر
مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی.............................(۵۶)

نام کتاب: کامیابی کے اصول اور اللہ کے مقبول بندے

ترتیب: مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۴۸/

تعداد: ۱۱۰۰/

قیمت: ۵۰/روپئے

سنہ اشاعت............................ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴۴۱ھ

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ناشر

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058, 09719639955

Email. masoodazizi94@gmail.com - www.mifiin.org

ملنے کے پتے

☆ دار الکتاب، دیوبند، سہارنپور (یوپی) ☆ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند سہارنپور

☆ مکتبہ ابوالحسن، محلّہ مفتی سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

فہرست مضامین

کامیابی کے چند اصول

اللہ کے محبوب بندوں کی تیرہ صفات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کامیابی کے چند اصول

کامیاب زندگی کیسے بنائیں؟

میرے محترم دینی بھائیو! آج ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ ہماری زندگی کامیاب کیسے بن جائے، مادی طور پر ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہماری زندگی کامیاب ہوجائے ہمارے بچے پڑھ لیں اور یہ کامیاب ہوجائیں، ہمارے بچے کچھ کام سیکھ لیں، انکا گزارا ہوجائے، ہم کاروبار کرلیں، تاکہ ہمارا اوران کا گزارا ہوجائے، الغرض پوری زندگی صحیح سے گزر جاوے اور ہم کامیاب ہوجاویں، کامیابی مقصد ہوتا ہے، اس کیلئے ہم کوشش کرتے ہیں، دنیا میں جو جس مشن کا، جو جس لائن کا ہے اسی لائن سے، اسی حساب سے اپنی اور اپنے خاندان والوں کی، اپنی اولاد کی پرورش کی فکر کرتا ہے، ان کے اچھے ماحول کی، ان کی اچھی زندگی گزارنے کی فکر کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے قرآن حکیم کے اندر سورۃ المومنون کی ابتدائی چند آیات میں کامیاب مومنین کی صفات بیان کی ہیں، ان آیات میں اللہ تعالی نے بتلایا کہ کون کون مسلمان کامیاب ہیں اور کس کس کام کے ذریعہ سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اہل دنیا کی کامیابی کا معیار

ہم نے اپنے حساب سے دنیا میں کامیابی کے کچھ معیار مقرر کررکھے ہیں، ہمارا

مکان اچھا، تو ہم کامیاب، ہمارے پاس بینک بیلنس ہے تو ہم کامیاب ہمیں دونوں وقت روٹی مل رہی ہے تو ہم کامیاب، ہماری کھیتی باڑی اچھی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے پاس چالیس پچاس بیگہ زمین ہے تو ہم کامیاب، ہماری بازار میں اچھی دوکان ہے تو ہم کامیاب، ہمارے ابا بزنس کرتے ہیں تو ہم کامیاب، ہمارے ابا کو فلاں جگہ سے تنخواہ ملتی ہے تو ہم کامیاب، ہمارے بیٹے کی اچھی جوب (Job) ہے تو ہم کامیاب، یہ ہماری دنیاوی سوچ اور کامیابی کا معیار ہے۔

قرآن کریم میں کامیابی کے آٹھ اصول

لیکن اللہ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے کہ کون سے مومن کامیاب ہیں، اللہ نے کامیابی کی اصلاً چھ چیزیں بیان کی ہیں لیکن جزوی طور پر دو چیزیں اور ہیں، اس طرح کل آٹھ ہو جاتی ہیں، جو مسلمان ان آٹھ چیزوں کو کرتے ہیں، وہ کامیاب ہیں، اور وہ ایسے کامیاب ہیں کہ ان کے لیے جنت کی بلکہ جنت الفردوس کی خوشخبری ہے، ان کو جنت الفردوس ملے گی، اور ایسی ملے گی جو بیس سال کے لیے نہیں، ساٹھ سال کے لیے نہیں بلکہ "خالدين فيها أبداً" اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

نماز میں خشوع وخضوع

پہلا اصول تو اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" (۱) وہ مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں، خشوع اور خضوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم سکون کے ساتھ کھڑے

(۱) سورۂ مومنون آیت ۱/۲۔

رہیں، ہم نماز پڑھتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ کہیں کھجلی ہوئی تو ہم کھجلانے لگتے ہیں، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم کھڑے ہوں، اور قرأت کر رہے ہوں، تو ہمیں مچھر کاٹے، کوئی بھی ایسی چیز کاٹے، یا کہیں کھجلی لگے، تو ہمارے خشوع میں فرق نہ پڑے، اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ جب ہم مجرم ہوتے ہیں، اور بڑے افسر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، یا ابا ڈنڈا لئے کھڑے ہوں، اور ہم سامنے کھڑے ہوں، یا استاذ بڑا سا ڈنڈا لیے ہوئے ہو اور ہم سامنے کھڑے ہوں، تو اس وقت کی حالت کیا ہوتی ہے؟ یا پولیس والا سامنے کھڑا ہو، اور اس کے ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا ہو، تو ہم اس کے سامنے کیسے کھڑے ہوتے ہیں، اس وقت ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے، بس یہی خشوع ہے، ذرا بھی ہم حرکت نہیں کرتے، ہمارا کپڑا نہیں ہلتا، خشوع کا مطلب یہ ہے کہ ہم اتنے بڑے احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، اس کے دربار میں کھڑے ہوئے ہیں، تو ذرا بھی جنبش نہیں ہونی چاہئے، اگر اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر کان میں کھجلا رہے ہیں، ناک میں انگلی ڈال رہے ہیں، بار بار منہ پر، پیشانی پر، بغل میں کھجلا رہے ہیں، کپڑے بھی ٹھیک کر رہے ہیں، تو یہ خشوع کیخلاف ہے، خشوع یہ ہے کہ ابا کے سامنے کھڑے ہیں، اور ابا نے بڑا سا ڈنڈا لے رکھا ہے، یا استاذ کے سامنے ہیں اور استاذ صاحب نے ڈنڈا لے رکھا ہے، اس وقت کیسا خشوع ہوسکتا ہے، یا بڑے مجرم ہیں اور پولیس یا افسر کے سامنے کھڑے ہیں کہ ابھی تلوار لگے گی، ابھی ڈنڈا لگے گا، تو کتنا خشوع انسان کے اندر ہوگا، تو ہم تصور کریں کہ وہ کتنا بڑا احکم الحاکمین ہے، سارے بادشاہوں کا بادشاہ، سارے مالکوں کا مالک، سب کا پیدا کرنے والا، اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، تو جیسے ہم بچے ہوکر استاذ یا باپ کے سامنے کھڑے ہیں، یا مجرم ہوکر پولیس افسر کے سامنے

کھڑے ہیں، تو یہ سمجھیں کہ یہ خشوع ہے، بس اسی طرح ہم نماز میں اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوں ''خاشعون'' کا مطلب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ایک صحابی ہیں) وہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ''ساکنون'' یعنی ایسے کھڑے ہوں، جیسے خشک لکڑی رہتی ہے، اس لکڑی کی طرح جو کھڑی ہو اور اس پر پرندہ آکر بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ لکڑی ہے، اتنا خشوع ہمارے اندر ہونا چاہئے۔

صحابہ کرام کا خشوع

صحابہ کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور دشمن تیر چلا رہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، ادھر بھی تیر لگ رہا ہے، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں پڑ رہا ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سا مچھر کاٹ لے تو کھجلاتے کھجلاتے زبان سے بھی آہ نکل جاتی ہے، اگر چیونٹی آ جائے یا مینڈک آ جائے تو کود کر بھاگیں گے، یہ کیسا خشوع ہے؟ اور وہاں صحابہ کرام کو تیر لگ رہے ہیں، مگر ان کی نماز میں کچھ فرق نہیں آ رہا ہے، یہاں تک کہ بیہوش ہو کر گر پڑے، مگر ان کی طرف سے کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ وہ ہٹ جائیں، اتنا ان کے اندر خشوع تھا، اگر اتنا ہمارے اندر نہیں ہے تو کم سے کم اپنی ناک، سر، پیر، کپڑے ان چیزوں میں احتیاط کر لیں تو اتنا ہی ہمارے لئے کافی ہے، مگر یہ خشوع ہونا چاہئے، تبھی تو اللہ تعالی کامیابی کی ڈگری دے رہا ہے، اس لیے شرط لگا دی کہ اس طرح کی نماز ہونی چاہئے، جس میں اس طرح کا خشوع وخضوع ہو کہ ذرا بھی حرکت نہ ہو، جو اپنی نمازوں کے اندر اس طرح کا خشوع اور خضوع اختیار کرتے ہیں، کچھ بھی ہو جاوے مگر نماز کے اندر ذرا بھی حرکت نہ ہو، ہمارا دھیان نماز کے اندر ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہو تو کامیاب ہیں، مگر ہوتا کیا ہے کہ ذرا

سا کچھ ہوا، دھیان فوراً بدل جاتا ہے، چاہے وہ آواز کے اعتبار سے ہو، یا نماز کی حالت میں کوئی جانور ہمارے سامنے آجاوے، تو کیفیت بالکل بدل جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسی کیفیت مطلوب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کتنا خشوع وخضوع اختیار کرتے ہو، کچھ بھی ہو جاوئے مگر تم اپنی جگہ سے مت ہٹو، تو اس طرح کی نماز اللہ کو چاہیئے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس طرح کی نماز پڑھیں، تاکہ ہمارے لیے جنت کا سرٹیفکیٹ جاری ہو جائے۔

پہلی چیز تو ہوئی کہ "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" کہ ایسے مومن کامیاب ہیں، جو اپنی نماز کے اندر خشوع اختیار کرتے ہیں۔

فضولیات سے اعراض

اللہ تعالیٰ دوسری صفت بیان فرماتے ہیں "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" دوسرا مومن جو کامیاب ہونے والا ہے، یہ وہ شخص ہے جو لغو، بیکار اور فضولیات کی چیزوں سے بچتا ہے، ایسے مومن جو خرافات میں نہیں پڑتے، ایسے مومن جو فضولیات میں نہیں پڑتے، نہ کہیں غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں، نہ ہی کہیں بکواس ہو رہی ہے، اس میں مبتلا ہوتے ہیں، بیٹھکو میں بیٹھ کر، مجلسوں میں بیٹھ کر، اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں، جتنے بھی لغو کام ہیں، جتنے بھی فضولیات کے کام ہیں، جتنے بھی بیکار کام ہیں سب سے بچتے ہیں، سب سے احتراز کرتے ہیں، جو مومن ایسے نہیں بلکہ بازار میں، فضولیات میں، خرافات میں مبتلا رہتے ہیں، ایسے مومن اللہ کو مطلوب نہیں، ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام ضروری ہے اور یہ کام غیر ضروری، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل

دی ہے، دماغ دیا ہے، فوراً فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ کام صحیح ہے، یہ کام غلط ہے، یہ کام فائدے کا ہے، یہ کام فائدے کا نہیں، یہ کام بیکار ہے، اس کی عقل اس کو بتلا دیتی ہے، یہ اس کے ذہن میں فوراً آ جاتا ہے، یہ کام اچھا ہے یا برا ہے، جو اچھے کام کو اختیار کرتا ہے اور برے کام سے پرہیز کرتا ہے تو ایسا مسلمان، ایسا انسان اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

اب ہم دیکھیں اپنی زندگی کے اندر کہ ہم صبح سے شام تک کتنے بیکار کام کرتے ہیں، پتہ ہی نہیں لگتا، کہیں جا رہے تھے راستہ میں جھوٹ بول دیا، کہیں بکواس ہو رہی تھی اس میں شریک ہو گئے، یہ بیکار کے کام ہیں، ورنہ اللہ نے کہا کہ تم اپنے وقت کو صحیح کام میں لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، بزنس میں لگاؤ، کاروبار میں لگاؤ، صحیح جگہ پر لگاؤ، تمہارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تھوڑی سی زندگی دی ہے، اس میں امتحان بھی ہونا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو عمر دی ہے اللہ نے، اس کا بھی سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی، کہاں گنوائی؟ ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، ہم مزدور سے کام کراتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ بھائی تمہیں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینی پڑے گی، تبھی تمہیں مزدوری ملے گی، بلکہ اس کو کبھی سمجھاتے ہیں، کہ تو ایک بجے گیا اور سوا دو بجے آ رہا ہے، اس کا حساب کرتے ہیں، سوا یا ڈیڑھ سو روپے اس کو دیتے ہیں، تو ہم اس کا حساب کر رہے ہیں، جب ہم کھرے کھرے تمہیں سوا یا ڈیڑھ سو روپیہ دے رہے ہیں، تو تم نوکری اور کام میں کمی کیوں کر رہے ہو، پندرہ منٹ لیٹ آئے، آدھا گھنٹہ لیٹ آئے، یہ سب باتیں ہم اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں، ہم مزدور کو کھیت میں کام پر لگاتے ہیں، تو اس کا حساب لیتے ہیں، تو اللہ نے ہمیں وقت دیا ہے، تو کیا وہ ہمیں یوں ہی چھوڑ دے

گا، اللہ نے جو پچاس ساٹھ سال کی زندگی دی ہے، تو کیا وہ ایسے ہی چھوڑ دے گا، اللہ تبارک وتعالی قادر ہیں، اس کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا، مگر اس کی ایک سنت ہے، ایک قانون ہے، ہمارے ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا، ایک ایک منٹ کا حساب ہوگا، کہاں ہم نے وقت گنوایا، کہاں خرچ کیا، اچھی مجلسوں میں خرچ کیا ہے، اچھی باتوں میں خرچ کیا ہے، یا دنیوی بیکار باتوں میں خرچ کیا ہے، یہ ہمیں سوچنا ہے اور اس پر غور کرنا ہے کہ یہ وقت اللہ کی طرف سے ہمیں امانت کے طور پر ملا ہے، ہمارا ذاتی وقت نہیں ہے، اللہ نے وقت دیا اور اس کو بتلایا بھی ہے کہ کہاں کہاں خرچ کرنا ہے، اگر ہم اس کو بیکار جگہوں میں خرچ کریں گے، تو اس کا حساب دینا پڑے گا، اس لیے دوستوں قرآن پاک میں اللہ فرمارہا ہے کہ دوسرا مومن وہ کامیاب ہے، جو بیکار باتوں سے، خرافات سے، فضولیات سے، بیکار مجلسوں سے بچتا رہے، زندگی کے ہر شعبہ میں، زندگی کے ہر ماحول میں، بازار میں، تنہائی میں، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، انفرادی زندگی میں ہو یا اجتماعی زندگی میں، بال بچوں میں ہو یا کہیں اور، اس کو اپنی زندگی کو صحیح صحیح خرچ کرنا ہے، اور اپنی زبان کو سنبھالنا ہے، کہیں ہماری زبان سے کوئی غلط تو نہیں نکل رہا ہے۔

زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں آپ کو بتلایا تھا کہ "مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ" (۱) انسان کی زبان سے جو بھی نکلتا ہے، فرشتہ متعین ہے، فوراً اس کو لکھ لیتا ہے اور ریکارڈ کرلیتا ہے، اور قیامت کے دن وہی سی ڈی، وہی کیسٹ اس کے سامنے آجائے گی، یہ سب چیزیں اللہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اس لیے ہمیں سوچ سمجھ کر زبان کو کھولنا چاہیے، سوچ سوچ کر اپنے ہاتھوں کا استعمال کرنا ہے، سوچ سمجھ

(۱) سورۂ قاف آیت ۱۸۔

کر اپنی عقل کو، اپنے دماغ کو استعمال کرنا چاہیے، خرافات کے کاموں میں استعمال کیا، تخریبی کاموں میں استعمال کیا، یا تعمیری کاموں میں استعمال کیا، ان سب کا حساب ہوگا، کہاں خرافات میں استعمال کیا تھا، اور کہاں صحیح جگہ میں استعمال کیا تھا، سب کا حساب ہوگا، عقل کو تم نے کہاں دوڑایا، غلط کام کو سوچا تھا یا اچھے کاموں کی سوچ کی تھی "اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا" (۱) تو کان، آنکھ اور دل کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہے، تو میرے دوستوں اللہ فرماتا ہے: "وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ" جتنے بھی غلط کام ہیں، جتنے بھی خرافات کے کام ہیں، ان سب سے اعراض کرنے والا ہو، بچنے والا ہو۔

زکوۃ دینے والے مؤمن کامیاب ہیں

تیسری صفت اور کامیابی کا تیسرا اصول اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں "والذین هم للزکاة فاعلون" تیسری صفت کے مؤمن جن کو اللہ نے کامیابی کا سرٹیفکیٹ دیا ہے، وہ مؤمن ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں، مال دیا ہے اللہ تبارک وتعالی نے، اس کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اس کا ڈھائی فیصد غریبوں کو، فقراء کو، محتاجوں کو، مدرسہ والوں کو، یا جہاں بھی زکوۃ خرچ ہوسکتی ہے، وہاں پر اس کو دیتے ہیں، جہاں بھی زکوۃ کا مصرف ہے، آپ کے دوستوں میں کوئی غریب ہے، اس کو دیا جائے، آپ کے اہل تعلق میں کوئی غریب ہے، اس کو دی جاوے، جو بھی محتاج انسان ہو اس کو دی جاوے، بلکہ قرآن کریم میں جو زکوۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے کسی مصرف میں خرچ کی جائے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "إنما الصدقات للفقرآء والمساکین

(۱) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۶۔

و العاملين عليها و المؤلفة قلوبهم وفی الرقاب و الغارمين وفی سبيل اللّٰه و ابن السبيل فريضة من اللّٰه"(۱) زکوۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوۃ کے کام پر جانیوالوں کا اور جن کا دل پر چانا منظور ہے، اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کو، ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا۔

زکوۃ ادا کرنے سے مال صاف ہو جاتا ہے، زکوۃ کے ادا کرنے سے مال کے اندر جو گندگی ہوتی ہے، وہ صاف ہو جاتی ہے، اور اگر زکوۃ نہ دی جاوئے تو مال گندہ رہتا ہے، اگر آپ اپنے مال کی زکوۃ صحیح طریقہ سے ادا کرتے ہیں، تو آپ کے مال کو کوئی گزند، کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، آپ کے مال کو کوئی چوری نہیں کرسکتا، آپ کے مال کو کوئی چھین نہیں سکتا اور اگر آپ زکوۃ میں گڑبڑ کرتے ہیں، تو وہ سو تالوں کے اندر ہو، تو چوری ہونے سے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا، ضائع ہونے سے کوئی بچا نہیں سکتا، اور اگر آپ صحیح صحیح زکوۃ ادا کرتے ہیں، تو اس مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اگر ہزار روپیہ راستے میں گر جائے، تو اللہ تعالی تم تک ان کو کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچائیں گے، اگر زکوۃ صحیح صحیح ادا ہوئی ہے، اگر زکوۃ میں گڑبڑ ہے، تو تم نے کتنی ہی حفاظت کی ہو، غریبوں کو بھی دیا ہے محتاجوں کو بھی دیا ہے، مگر صحیح طریقہ سے زکوۃ ادا نہیں کی ہے، تو اس کی کوئی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، اس کے اندر میل کچیل ہے، تو اس کی گارنٹی اللہ کے یہاں نہیں ہے، میرے دوستو! جس کو اس چیز کا یقین ہو جاوئے کہ زکوۃ دے کر مال کی صفائی ہو جاتی ہے، مال کو فلٹر کر دیا جاتا ہے، جیسے پانی کو اس کی آلودگی ختم کرنے کے لیے فلٹر کیا جاتا ہے، اسی طریقہ سے مال کو فلٹر کرنے کے لیے زکوۃ ادا کی جاتی ہے "إن اللّٰه افترض عليهم صدقة في أموالهم تؤخذ من أغنياء هم و ترد على

---

(۱) سورۂ توبہ آیت ۶۰۔

فقراء هم"(۱) اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے قانون بنایا ہے کہ امت کے مالدار لوگوں سے زکوۃ وصول کی جائے اور امت کے محتاج لوگوں کو زکوۃ دی جائے۔

زکوۃ دینے والے انگریز کے مال کی حفاظت

ابھی ہندوستان کی آزادی سے پہلے کی بات ہے کہ بعض انگریز پڑھے لکھے، جنھوں نے قرآن پڑھ رکھا تھا، قرآن کا مطالعہ کر رکھا تھا، ان کو یقین تھا کہ جو مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دیں گے، ان کا مال ضائع نہیں ہوسکتا، بہٹ (ضلع سہارنپور) سے آگے پیلو ایک جگہ ہے، وہاں انگریزوں کی کوٹھیاں تھیں، وہ اپنے نوکروں کو کوٹھیوں میں چھوڑ کر جاتے تھے، ایک مرتبہ وہاں انگریزوں کی پوری کالونی میں آگ لگ گئی، تو ایک کوٹھی بیچ میں تھی، اس کا جو چپراسی چوکیدار تھا، اس نے سوچا کہ بھائی اب تو آگ لگ گئی، اور اب تو سب کوٹھیاں جل جائیں گی، تو وہ اپنے مالک کو اطلاع دینے کے لیے فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر دلی کے راستہ پر چلا، دو چار دن کے اندر وہ دہلی پہنچ گیا، اور اس نے جا کر خبر دی کہ سر میں آیا ہوں، اس خبر کے ساتھ کہ پوری کوٹھی جل گئی، جیسے ہی آگ لگی تھی وہ نکل گیا تھا، اس کو یقین تھا کہ اب بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں، ہوا بھی چل رہی ہے، اور ایسی آگ لگی تھی کہ اس کی کوٹھی کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، اس لیے وہ پہلے ہی اطلاع دینے کے لیے چل دیا، تو اس نے کئی مرتبہ انگریز کو کہا کہ سر کوٹھی جل گئی، کئی مرتبہ کہنے کے بعد وہ متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اس کو یقین تھا، اس کو معلوم تھا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اس لیے اس نے توجہ نہیں دی مشغول تھا، کچھ دفتری کام

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۳۰۸ / کتاب الزکاۃ۔

کرر ہا تھا، پھر وہ چیخ کر بولا، سر آپ کو کیا ہو گیا ہے، اس نے کہا کہ دیکھ بھائی میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، اوپر والا (اللہ تعالی) میرے مال کو ضائع نہیں کرسکتا، جا تو واپس جا، کیا خبر لے کر آیا ہے، میرا مال ضائع نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی میری کوٹھی ضائع ہوسکتی ہے، میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ دے رکھی ہے، وہ ہکا بکا رہ گیا، جاؤ تم جاؤ کوئی میرے مال کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، وہ واپس آیا تو دیکھا کہ پوری کالونی جل چکی تھی، صرف اس کی کوٹھی باقی تھی، تو جب غیر مسلم کا بھی یہ یقین ہو جاوے، اس قرآن پر، ان باتوں پر، تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرماتے ہیں، ہم مسلمان ہو کر اپنے مال کو صحیح طریقہ سے صاف نہیں کرتے ہیں، تو وہ ضائع ہو جاتا ہے، پھر ہم شکوہ کرتے ہیں، مگر انگریز کا یقین دیکھئے، اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے طریقہ پر مال کی زکوۃ دے رکھی ہے، میرے مال کو، میری کوٹھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے "والذین هم للزكاة فاعلون" جو زکوۃ دیتے ہیں، مال کی حفاظت، یہ تو دنیوی فائدہ ہوا، اور اللہ میاں مرنے کے بعد جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے، ایسے آدمی کی جنت پکی، یہ تو ایک مسئلہ ہوا مال کی زکوۃ کا۔

دل کا تزکیہ

زکوۃ دل کی صفائی کو بھی کہتے ہیں، کسی چیز کو صیقل کرتے ہیں، صاف کرتے ہیں، تو جو اپنے دماغوں، دلوں کو صیقل کرتے ہیں، جو اپنے دلوں کی صفائی کرتے ہیں گندگی سے، آلودگیوں سے، دنیا کی خرافات سے، دنیا کی خراب چیزوں سے، ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالی جنت کا سرٹیفکیٹ عطا کرتے ہیں، زکوۃ کا ایک مطلب اپنے مال کی صفائی اور ایک مطلب اپنے دل کی، اپنے اخلاق کی، اپنے کردار کی، اپنی زندگی کی

صفائی" والذین هم للزکاۃ فاعلون" جو اپنے اخلاق کی صفائی کرتے ہیں، اپنے دل کا تزکیہ کرتے ہیں صیقل کرتے ہیں، اللہ تعالی ان لوگوں کو بھی جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کررہے ہیں کہ ایسے مومن بھی کامیاب ہیں۔

دوستو! اپنے دل کی بھی صفائی کرنی ہے، جیسے مال کی صفائی ضروری ہے، ویسے ہی اپنے دل کی صفائی بھی ضروری ہے، دل کے اندر کسی قسم کی کوئی برائی نہ ہو، اپنے ساتھیوں سے، اپنے دوستوں سے، اپنے مسلمان بھائیوں سے، اپنے اہل تعلق سے، اپنے خاندان والوں سے، اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے محلّہ، اپنے گاؤں، اپنے شہر کے لوگوں سے کسی قسم کی خرابی اور کدورت نہ ہو، دل کے اندر کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی چغل خوری نہ ہو، کسی پر بہتان نہ ہو اور کسی کے سلسلہ میں دل کے اندر غلط بات نہ ہو، ان سب چیزوں سے دل صاف ہو، تو ایسا دل بھی اللہ کو مطلوب ہے، ایسے دل والوں کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالی کہتے ہیں کہ تمہارے لیے جنت پکی ہے، تو دل کی صفائی ضروری ہے "والذین هم للزکاۃ فاعلون" کیا کرتے ہیں ایک تو مال کی زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور ایک اپنے دل کو صاف کرتے ہیں، تو یہ دو چیزیں ہیں، تیسری چیز میں اللہ تعالی نے دو چیزوں کا مفہوم بیان کیا ہے، ایک دل کی صفائی کا اور ایک مال کی صفائی کا، اگر یہ ہے تو جنت پکی ہے۔

شرم گاہوں کی حفاظت

یہاں سے اللہ تعالی چوتھی چیز فرمارہے ہیں "والذین هم لفروجهم حافظون" جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، چاہے مرد ہوں یا عورت، اپنی شرمگاہوں کو صحیح جگہ پر استعمال کرتے ہیں، انکے لیے بھی جنت پکی ہے "إلا علی

أزواجهم أو ماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين" اوراپنی شرمگاہ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں، اپنی کنیزوں یا اپنی باندیوں پر، اس زمانہ میں باندیاں ہوتی تھیں، اب نہیں ہوتی ہیں، شروع کے زمانہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے باندیاں ہوتی تھیں، وہ باندیاں کیسی ہوتی تھیں، خریدی جاتی تھیں، اور جب مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوتی تو جو کافروں کی عورتیں قید ہو کر آتی تھیں وہ مسلمانوں کی باندیاں بن جاتی تھیں، ان سے بھی وہی تعلق قائم کر سکتے ہیں، جو بیوی سے تعلق قائم کرتے ہیں، اگر بیوی ہو یا باندی ہو "فانهم غير ملومين" تو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اس پر کوئی ملامت نہیں، یہ دو صحیح مصرف ہیں، معلوم یہ ہوا کہ اپنی شرمگاہوں کو صحیح مصرف میں استعمال کریں، اپنی بیویوں اور باندیوں میں، اگر ہم اس کو غلط جگہ میں استعمال کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پکڑ ہوگی اور جنت نہیں ملے گی، ضروری ہے کہ اپنی شرمگاہوں کا صحیح مصرف میں استعمال ہو، اگر ان دونوں مصرف کے علاوہ شرم گاہوں کا استعمال ہوگا تو وہ زنا کہلائے گا اور یہ فواحش میں شمار ہوگا، اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے گا، اس لیے اصل زنا کے ساتھ دواعی زنا اور اس کے محرکات سے بھی بچنا ضروری ہے۔

جسم کے اعضاء کا زنا

ہماری زبان کا بھی زنا ہے، ہماری آنکھ کا بھی زنا ہے، ہمارے کان کا بھی زنا ہے، ہمارے پیروں کا بھی زنا ہے، اگر ہم نگاہ سے کسی غیر محرم کی طرف دیکھیں گے تو یہ آنکھ کا زنا ہوگا، اگر کسی غیر محرم سے باتیں کریں گے تو یہ زبان کا زنا ہوا، اور کسی غیر محرم کی بات سنیں گے تو یہ ہمارے کان کا زنا ہوا، اور اگر ہم کسی غیر محرم کی طرف پیر

سے چلیں گے، تو یہ ہمارے پیر کا زنا ہوا، اگر ہم کسی غیر محرم کو ان ہاتھوں سے چھوئیں گے تو یہ ہاتھ کا زنا ہوا، تو یہ سب چیزیں زنا ہیں، اور ان کی عملی تصدیق انسان شرمگاہ سے کرتا ہے، تو اس لیے ان کی بھی حفاظت کرنا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس کے لیے صحیح طریقہ رکھا ہے، شریعت نے نکاح کو جائز قرار دیا ہے جو صحیح اور فطری اصول ہے، اس میں کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ صاف کہہ رہا ہے اپنی بیویوں کو، اپنی کنیزوں کو، اپنی باندیوں کو استعمال میں لاؤ تو کوئی ملامت نہیں ہے، نہ خاندان میں، نہ قبیلہ میں، نہ معاشرہ میں، نہ محلّہ میں، نہ شہر میں، اور انسان ان کو سمجھ سکتا ہے کہ صحیح مصرف کیا ہے، غلط طریقہ سے اگر استعمال کریں گے، تو یہاں بھی انسان رسوا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالی کے یہاں بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، تو اس لیے دوستو! اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جنت کے مستحق ہونے کے لیے شرمگاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے "والذین هم لفروجهم حافظون إلا على ازواجهم اوماملكت ايمانهم فانهم غيرملومين" پھر تو کوئی ملامت نہیں ہے، کوئی اعتراض نہیں ہے۔

غلط راہ اختیار کرنے والا حدوں کو پار کرنیوالا ہے

"فمن ابتغی ورآء ذلک فاولئک ہم العادون" لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی غلط راہ اختیار کرتا ہے، صحیح جگہ کو چھوڑ کر غیر فطری راہ اختیار کرتا ہے، تو وہ راہ سے بھٹکنے والا ہے، اور حد کو پار کرنیوالا ہے، اس کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے سخت وعیدیں ہیں اور سخت پکڑ ہے، اس لیے ایسی چیزوں سے جو غلط ہیں مثلاً زبان کا، دل کا، دماغ کا، سب کا زنا ہوسکتا ہے، اگر ہم ان کو ان چیزوں میں استعمال کریں تو گناہ ہوگا، ان سب چیزوں سے بچنا ہے، تو ہم اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق ہوں

گے، اور اگر یہ ان چیزوں میں لگتے ہیں، تو پھر اللہ کی طرف سے انعام اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے، اس لیے اس کے بعد اگر کوئی اس راہ سے ہٹتا ہے، اس راہ سے تجاوز کرتا ہے "فأولئك هم العادون" یہ لوگ تو حد سے بڑھ جانے والے ہیں، حد کو پار کرنے والے ہیں، جو حد کو پار کرنے والا ہوتا ہے اس کو دنیا میں نہیں بخشا جاتا، تو اللہ تعالی کیسے بخش دیں گے، ہمارے سامنے کوئی جانور جھوٹا بھینسا سرکشی کرتا ہے، یا نافرمانی کرتا ہے، کسی کے کھیت میں گھس جاتا ہے، تو اس کو ہم ڈنڈا مارتے ہیں، اس کو تنبیہ کرتے ہیں، اور کوئی ہم جیسا انسان بھی غلط کاری کرتا ہے، تو اس کو نہیں بخشتے، اس کو معقول سزا دیتے ہیں، تو آپ بتائیے وہ جو احکم الحاکمین ہے، اس کے حکم کی خلاف ورزی کریں تو کیا وہ چھوڑ دے گا، ہرگز نہیں چھوڑے گا، ہاں مگر اس کی رحمت، اس کا کرم وسیع ہے، اگر وہ چاہے تو بخش بھی سکتا ہے، مگر اس نے قانون بنا دیا ہے اور اس کے قانون میں تبدیلی نہیں "ولن تجدلسنة اللّٰه تبديلا" اللہ کا قانون اٹل، اللہ کی سنت اٹل ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں، اللہ تعالی قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کرے، مگر اس نے اپنا ایک قانون بنایا ہے، ایک نظام بنایا ہے، اس نظام پر وہ اٹل رہتا ہے، اللہ کے قانون کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے، اس کی سنت کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

امانت کا پاس ولحاظ کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں "والذين هم لامانتهم وعهدهم راعون" پانچویں چیز کیا ہے، وہ مومن جو امانت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اور عہد کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ میں سمجھتے ہیں کہ فلاں کے پاس دس روپیہ رکھ

دیئے، یہ امانت ہے، امانت کا بھی بہت وسیع مفہوم ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے پاس مال رکھ دیا، اور دس مہینہ کے بعد ہم اس سے لے لیں گے، یہ بھی امانت ہے، اس میں خرد برد نہیں ہونا چاہئے، جو نوٹ سو سو کے رکھے تھے، وہی ملنے چاہئے، یہ نہیں کہ ایک مہینہ بعد دینے ہیں، لہٰذا چلو ہم ان کو چلالیں، یہ خیانت ہے، یا سامان رکھا تھا کچھ، یا دس کلو گندم رکھا تھا کہ بھائی بعد میں لے لیں گے، اور اس کو استعمال کرلیا، تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی، امانت یہ ہے کہ جو چیز رکھی تھی، وہی ہم اس کو واپس کریں، اس میں کسی قسم کی خرد برد نہ ہو، کسی قسم کی کمی نہ ہو۔

بات بھی امانت ہے

امانت کے اندر بات بھی ہے، کسی کو کوئی بات بتلائی کہ دیکھو بھائی تم کو بتلاتا ہوں، تم میرے دوست ہو، یہ بات بس تمہیں تک رہے، آگے نہ پہنچے، یہ بھی امانت ہے، اب آپ کے پاس کسی نے بات رکھی ہے، وہ بھی امانت ہے، اس کا پاس ولحاظ کرنا آپ کی ذمہ داری بنتی ہے، جتنا گناہ مال کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اتنا ہی گناہ بات کے اندر خیانت کرنے کا ہے، اس نے یہ تو کہا تھا کہ بھائی صرف تم کو بتلا رہا ہوں اور کسی کو مت بتانا، مگر آپ نے اپنے کسی دوست کو بتلا دیا، آج ماحول کیا ہے، میں نے آپ کو کوئی بات بتلادی، تم تو میرے دوست ہو، مگر آپ نے اپنے خاص دوست کو بتلا دیا، اس نے اپنے خاص کو بتلادی، بات ایک دم سے خاص خاص میں عام ہوجاتی ہے، جب کوئی معاہدہ کرلیا، تو یہ بات ہماری تمہاری امانت ہے، تو اس کا پاس ولحاظ کرو، ان چیزوں کی پابندی کرو، اور ان چیزوں کا پاس ولحاظ کرو، امانت میں ذرا بھی گڑبڑی نہ ہونی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب امین تھا، نبوت سے پہلے بھی مکہ کے سارے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے، کیوں رکھتے تھے؟ وہاں گڑبڑی کا کوئی شائبہ ہی نہیں تھا، سب آپ کے پاس رکھتے تھے، جو آپ کی جان کے دشمن تھے، وہ بھی کہتے تھے بھائی مال رکھنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھو، وہاں کوئی گڑبڑی نہیں ہے، جس رات آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا تھا، اس روز بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافروں کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، مسلمانوں کی بھی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر گئے کہ دیکھو یہ امانتیں جن جن کی ہیں، ان کو دیدینا، اور آج تم میرے بستر پر لیٹنا؛ کیونکہ کافروں سے بچ کر نکلنا تھا، اگر ان کو دن میں امانتیں لوٹا دیتے، تو پتہ چل جاتا، لیکن اس حکمت سے امانت کا پاس ولحاظ کیا، کوئی اور ہوتا تو گڑبڑی کر دیتا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کو درس دینا تھا کہ دیکھو امانت امانت ہے، امانت میں کوئی خیانت نہیں ہونی چاہئے، یہ امانت کی اہمیت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت فرمائی صحابہ کرام کی، تو امانت کا بہت وسیع مفہوم ہے، اس میں ہم لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں، کسی نے سو روپیہ رکھ دیا کہ بھائی لو مجھے جب ضرورت ہوگی میں لے لوں گا، آپ نے اس کو خرچ کر دیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا، نہیں گڑبڑی کر دی، اس لیے کہ خرچ کرنے کا آپ کو اختیار ہی نہیں تھا، اگر وہ کہہ دے کہ لو میرے بھائی تمہارے پاس میرے پیسے ہیں، تمہیں ضرورت ہوگی تو خرچ کر لینا مگر جب مجھے ضرورت پڑے گی تو دیدینا، تو اب گڑبڑی نہیں ہے، چونکہ اس نے

اجازت دے دی، لیکن اس نے کہا کہ بھائی یہ امانت ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو خرچ کر لینا، پھر اس کے باوجود تم اس کو خرچ کرتے ہو، تو یہ امانت میں خیانت ہے، اور اللہ کے یہاں سخت پکڑ ہے۔

منافقین کی تین علامتیں ہیں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثلاث من کن فیہ فھو منافق اذا حدث کذب، وإذا أوتمن خان وإذا وعد اخلف" (۱) کہ منافق کی تین علامتیں ہیں:

(۱) جب بولے تو جھوٹ بولے۔

(۲) جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(۳) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

ایسے لوگ منافق ہیں، منافق اسے بھی کہتے ہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو، اور منافقین کے لیے قرآن کریم میں مستقل ایک سورت ہے، منافقین کے لیے سخت عذاب ہے، کافروں سے بھی زیادہ، اسی لیے امانت کے اندر خیانت کرنے والے کے لیے زیادہ گناہ ہے، زیادہ عذاب ہے "والذین ھم لامانتھم" جو لوگ امانت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں، امانت امانت دار کو ادا کرتے ہیں، اس میں کوئی خیانت نہیں کرتے، یہ لوگ بھی جنت کے مستحق ہیں۔

عہد کا پاس ولحاظ کرنے والے

"وعھدھم راعون" جس سے جو وعدہ کریں اس کو پورا کرتے ہیں، کہ پانچ

(۱) سنن النسائی حدیث نمبر ۴۹۳۷ / کتاب الایمان وشرائعہ

روپیہ دیدو اور میں کل دے دوں گا، تو اگر کل نہیں دیتا ہے تو یہ بھی منافق ہے، عہد کا پاس ولحاظ یہ بھی ضروری ہے، جس سے جو وعدہ کرلیا، اس کو نبھاؤ، پہلے وعدہ ہی سوچ سمجھ کر کرو، گنجائش رکھ کر وعدہ کرو تاکہ پورا کرنے میں آسانی ہو، یہ نہیں کہ جلدی میں تم نے وعدہ کرلیا اور وہ نبھایا نہیں جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے کسی آدمی سے کوئی معاہدہ کرلیا کہ بھائی کل کو فلاں جگہ ملوں گا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اس کے انتظار میں اس جگہ پر کھڑے رہے وہ آدمی تیسرے دن آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک کھڑے رہے، اور آج حال یہ ہے کہ ہم وعدہ کررہے ہیں اور ہم خود ہی نہیں جاتے، یہ ہمارا ماحول ہے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اور اس کی اہمیت کا پتہ تھا، اس لیے تین دن تک انتظار کرنا پڑا، اور تیسرے دن وہ آدمی آیا، تو اس لیے جب کسی سے کوئی معاہدہ کرلیا کسی کام کا، تو اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، کسی سے کوئی وعدہ کرلو تو اس کو نبھاؤ "یآایھا الذین اٰمنوآ اوفوا بالعقود" (۱) اے ایمان والو! کسی سے کوئی وعدہ کرو تو اس وعدہ کو نبھاؤ، اس کو پورا کرو، اگر وعدہ نبھاؤ گے تو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جنت پکی ہے، وعدہ نہیں نبھاؤگے تو گنہ گار ہوگے، ایک تو تکلیف وعدہ کر کے نہ نبھانے کی، یہ دنیاوی نقصان، جھوٹوں میں تمہارا شمار، آخرت میں اللہ کے یہاں کچھ نہیں ملے گا، اگر آپ کہتے ہو اپنے بیٹے سے کہ میں شہر جارہا ہوں تمہارے لیے چیز لاؤں گا، تو اگر نہیں لائے یہ جھوٹ ہے، وعدہ خلافی ہے، یہ تو آپ وعدہ خلافی کررہے ہیں، یا گھر پر کوئی دروازہ پر آیا، فلاں ہے؟ اور آپ نے بچوں سے کہلوادیا کہ جاکر کہہ دو کہ ابو نہیں ہیں، تو اس بچہ کے دماغ پر کیا اثر پڑ رہا ہے، وہ سوچتا ہے کہ ابو موجود ہیں، یہ بھی جھوٹ ہے، وعدہ

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۱۔

کے خلاف، عہد کے خلاف ہے، اور آپ کے بچے کی تربیت غلط ہو رہی ہے۔

میرے عزیزو اور میرے دوستو! یہ معمولی معمولی چیزیں ہیں، جن پر ہم توجہ نہیں دیتے کہ بچوں کی تربیت کیسی ہو رہی ہے، انھیں ہم غلط سبق دے رہے ہیں، وعدہ وفا کرنے کا جذبہ ان کے اندر ڈالنا تھا، مگر ہم جھوٹ کا بیج ان کے اندر ڈال رہے ہیں، اگر یہ چیزیں ان کے اندر ڈالیں گے تو ان کی زندگی خراب ہوگی، اور ذریعہ ہم لوگ بنیں گے "والذین ہم لاماناتھم وعھدھم راعون" پانچویں چیز میں اللہ نے دو چیزوں کو بیان کیا ہے، ایک تو امانت کا پاس ولحاظ کرنا اور ایک وعدہ کو وفا کرنا، جس سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو، تو اللہ تعالی کو ایسے مومن مطلوب ہیں، اور ایسے مومن کے لیے کامیابی ہے، ایسے مومنوں کے لیے جنت پکی ہے۔

نمازوں کی پابندی کرنے والے

اللہ تعالی فرماتے ہیں چھٹی چیز "والذین ہم علی صلواتھم یحافظون" جو اپنی نمازوں پر پابندی کرتے ہیں، شروع میں نماز کے اندر خشوع وخضوع کو بیان کیا ہے، اور اس آیت میں فرما رہے ہیں کہ نمازوں کی پابندی کرنے والے بھی جنت کے مستحق ہیں، معلوم ہوا کہ نماز مہتم بالشان چیز ہے، نماز بہت اہم ہے، اسی لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصلوۃ عمادالدین" نماز دین کا ستون ہے "من اقامھا اقام الدین" جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا "ومن ترکھا فقد ھدم الدین" اور جس نے اس کے اندر سستی وغفلت کی اور نماز کو چھوڑا، اس نے دین کو ڈھادیا، اور ایک حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لاتترك الصلوۃ متعمداً فإنه من ترك الصلوۃ متعمداً فقد

برئت منه ذمة الله ورسوله" (۱) کہ جان بوجھ کر نماز کو مت چھوڑو، جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا، اللہ تعالی اور اس کا رسول اس کے ذمے سے بری ہے، اس کی حفاظت سے بری ہے، اس نے کافروں والا عمل کیا، نماز مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے، ورنہ ہمارے اور کافر میں کیا فرق ہے؟ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل نماز ہے، نماز پڑھتا ہے تو سمجھ لیجئے وہ مومن ہے، اور نہیں پڑھتا تو وہ کافر ہے "من ترك الصلوة متعمداً فقد کفر" جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا، تو نماز کی پابندی کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہو اور جماعت کے ساتھ اور مسجد میں ہو، ہم کیا کرتے ہیں نماز تو پڑھ رہے ہیں، مگر وقت پر نہیں بلکہ سورج نکلنے میں جب پانچ منٹ باقی رہتے ہیں تب، اور عصر کے وقت کام اور باتوں میں اتنے مشغول رہتے ہیں کہ وقت جانے کے بعد، ارے جلدی سے نماز پڑھ لو، ورنہ وقت ختم ہو جائے گا، تو یہ وقت پر نہیں ہے، وقت پر ہو اس لیے کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے "ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا" (۲) نماز مومنین پر متعینہ وقت پر فرض کی گئی ہے، ظہر کی ظہر میں، عصر کی عصر میں، مغرب کی مغرب میں، عشاء کی عشاء میں، فجر کی فجر میں، ورنہ جب چاہے پڑھ لیں، اس لیے اللہ تعالی تاکید کے ساتھ کہتا ہے کہ مومنین پر نماز وقت متعینہ پر فرض کی گئی ہے، اس سے آگے پیچھے کرنا یہ اس کی غلطی ہے، اس کے گناہ کا ذریعہ ہے، اللہ چاہتا ہے کہ نماز وقت پر ہو، ہم لوگ کیا کرتے ہیں، وقت پر نہیں ہوتی ہے، دوسرے جماعت سے نہیں ہوتی ہے، تیسرے مسجد میں نہیں ہوتی، ایک تو بے وقت پڑھ رہے ہیں اور بغیر جماعت کے پڑھ رہے ہیں اور تیسرے گھر میں پڑھ

(۱) مسند احمد حدیث نمبر ۲۶۰۹۸ / کتاب مسند القبائل۔ (۲) سورۂ نساء آیت ۱۰۳۔

رہے ہیں، مسجد میں نہیں، تو تینوں چیزیں لازمی ہیں، وقت پر بھی ہو، جماعت سے بھی ہو اور مسجد میں بھی ہو، ایسی عبادت کرنے والا ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو نماز کی پابندی کرنے والا نہیں ہے، تو میرے دوستو! اللہ تاکید کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ نماز میں خشوع ہو اور نماز کی حفاظت ہو اور اخیر میں کہہ رہا ہے کہ نماز میں پابندی بھی مطلوب ہے، پھر جنت کا استحقاق ہے۔

کامیاب ہونے والے آٹھ قسم کے لوگ

یہاں موٹے موٹے انداز میں چھ باتیں بتائی ہیں، لیکن دراصل یہ آٹھ باتیں ہوئیں:

(۱) نماز کے اندر خشوع وخضوع ہو

(۲) فضولیات اور بیکار باتوں سے پرہیز ہو

(۳) شرمگاہوں کی حفاظت

(۴) مال کی زکوۃ

(۵) تزکیہ قلب

(۶) امانت کا پاس ولحاظ

(۷) وعدہ کا پورا کرنا

(۸) نمازوں کی پابندی ہو

اس طرح یہ کل آٹھ باتیں ہوگئیں، بیان ہم نے چھ باتیں کیں، مگر دو چیزیں مزید بیان کیں، مال کی زکوۃ کے ساتھ ایک چیز اور تزکیہ دل کا، اور امانت کے پاس ولحاظ کے ساتھ وعدہ کا پورا کرنا، یہ ضروری ہے، اب یہ آٹھ چیزیں ہوجائیں گی۔

جنت الفردوس کے وارث

اللہ تعالیٰ آگے فرمارہے ہیں "اولئك هم الوارثون" یہی تو لوگ ہیں جو وارث بنیں گے، کس چیز کے وارث بنیں گے؟ "الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون" یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، یہی لوگ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، وہ جنت کیسی ہوگی "عرضها السموات والارض اعدت للمتقين" ایسی جنت جس کی لمبائی، چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے، اور وہ متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے، دوستوں یہ آٹھ چیزیں ہیں، ایک مسلمان کو، ایک مومن کو ان کی پابندی ضروری ہے، اگر ان چیزوں کا لحاظ کیا جائے، تو انشاء اللہ جنت پکی ہے، اور اگر ان کے اندر کوتاہی ہوگی، تو خسارہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، گارنٹی ہے جنت کی اگر ان چیزوں پر انسان کاربند ہو جائے، پھر اللہ کو ایسے مومن مطلوب ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان آٹھ چیزوں کو خاص طور سے اختیار کرنے اور جس طریقہ سے اللہ کو مطلوب ہے اس طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور پکے سچے مسلمان بنادے اور ہمارا شمار کامیاب مومنین میں فرمادے، ایسے کامیاب مومنین کہ جن کے لیے جنت کے وارث ہونے کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو، ہماری محنتوں کو قبول فرمائے اور ہمیں ایسے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کے محبوب اور مقبول بندے

سب اللہ ہی کے بندے ہیں

عزیز دوستو! اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں جو اللہ کا آخری کلام ہے، اور اللہ کی آخری کتاب ہے، اس میں اپنے بندوں کی کچھ خصوصیات بیان کی ہیں، اللہ کے خاص بندے اور اللہ کے محبوب بندے کون ہیں؟ یوں تو سارے ہی اللہ کے بندے ہیں، اللہ نے سب کو پیدا کیا ہے؛ لیکن کچھ خاص ہوتے ہیں، جو فرمانبردار ہوتے ہیں، جو بات ماننے والے ہوتے ہیں، باپ کی اولاد سب ہوتی ہے؛ لیکن کچھ خاص ہوتے ہیں، جو فرمانبردار ہوتے ہیں، بات ماننے والے ہوتے ہیں، کسی سے خاص پیار ہوتا ہے، اسی طرح سارے انسان اللہ کے بندے ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کافر ہوں یا مشرک، سب کے سب اللہ کے بندے ہیں؛ لیکن اللہ کے خاص بندے کون ہیں؟ جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور اللہ جن کو پسند کرتا ہے، کچھ ایسے محبوب بندے بھی ہیں، اور ان کی کچھ خصوصیات ہیں۔

اللہ تعالی کو کون پسند ہے؟

اللہ کا محبوب اور مقبول بندہ بننے کا کیا معیار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس دنیا کے اندر کسی کو کوئی چیز پسند ہے، کسی کو نمکین پسند، کسی کو بریانی پسند، کسی کو زردا پسند، کوئی پڑھا لکھا ہے، تو پڑھے لکھے ساتھی سے دوستی کرتا ہے، کوئی جاہل ہے تو اپنے جاہل ساتھی سے

دوستی کرتا ہے، کوئی خوبصورت ہے تو خوبصورت سے دوستی کرتا ہے، جس کا جو معیار اور جس کا جو مستوی ہے، وہ اپنے ہم جنس اور اپنے معیار کے آدمی سے دوستی کرتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے، وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے، تو سارے انسان اللہ کی مخلوق ہیں، مگر اللہ نے قرآن میں بیان کیا ہے کہ مجھے کون لوگ زیادہ پسند ہیں۔

اللہ کے مخصوص بندوں کی تیرہ ۱۳/صفات ہیں

سورۂ فرقان قرآن کریم کی ایک سورت ہے، اس کے آخری رکوع میں اللہ نے اپنے محبوب بندوں کی تیرہ خصوصیات بیان کی ہیں، کہ یہ تیرہ قسم کے لوگ ایسے ہیں، جو مجھے پسند ہیں، اللہ ہمیں بھی ان تیرہ لوگوں میں سے بنالے تاکہ ہم بھی اللہ کے خاص بندوں میں سے ہو جاویں، وہ تیرہ صفات کیا ہیں؟۔

مقبول بندے کی پہلی صفت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "وعباد الرحمن" اللہ کے بندے، رحمان کے بندے، سب سے پہلے اللہ نے یہ صفت بیان کی، عبودیت کی، بندگی کی، جس کے اندر بندگی پائی جائے، جو اپنی عبودیت کا اور اپنی غلامی کا اظہار اور اقرار کرے، ورنہ تو سارے انسان اللہ کے بندے ہیں، اللہ کو کون کون لوگ پسند ہیں؟ اللہ نے اس آیت کے اندر فرمایا کہ رحمٰن کے بندے، جن کے اندر عبودیت ہو، جن کے اندر بندگی ہو، جو اللہ کو ماننے والے ہوں، اللہ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے، اس سے

رکتے ہوں، ایسے بندے اللہ کے بندے ہیں، جو اللہ کی مان کر چلتے ہوں، رحمٰن کے بندے ہوں، اور بندگی کا جو پہلو ہے، اس سے سمجھتے ہوں کہ ہم کو کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے، ہمارے اوپر کوئی ذات ہے، جس نے زمین کو بنایا، آسمان کو بنایا، چرند پرند کو بنایا، اور کائنات کی تمام چیزوں کو بنایا، جس نے انسانوں کو بنایا، وہ خالق، وہ رحمٰن جو سب پر رحم کرنے والا ہے، سب پر شفقت کرنے والا ہے، جس کی رحمت، جس کا کرم، ماں باپ سے زیادہ بڑھا ہوا ہے، تو ایسے رحمان کے بندے، جو اللہ کے سامنے جھک جاتے ہوں، فرمانبردار اور مطیع کون ہوتا ہے، جس کو جو کہہ دیا وہ فوراً کرتا ہے، تو اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ اللہ نے ان کو کہا کہ نماز پڑھو، تو وہ نماز پڑھتے ہیں، سورج طلوع ہونے کے وقت نماز نہیں پڑھنی ہے، زوال کیوقت نماز نہیں پڑھنی، یہاں ماننے کی بات ہے، اگر کوئی سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھے، یا زوال کے وقت نماز پڑھے، تو اس کو گناہ ملے گا، اللہ نے کہا، نہیں پڑھنی ہے، تو بس نہیں پڑھنی ہے، یہ بندہ ہے، اللہ نے کہا فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھنی ہے تو پڑھنی ہے، اللہ نے کہا مغرب میں تین ئی چار رکعت پڑھ لے تو گناہ ملے گا، مغرب میں تین کے بجائے چار پڑھے، یا انسان اپنی عقل سے چلے اور چار رکعت پڑھے تو یہ غلط ہے، یہ گناہ ہے، اللہ کہتا ہے نہیں ہماری مانو، تو یہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، فجر میں دو کے بجائے کہے کہ میں چار پڑھوں گا، دو میں کیا ہونے والا ہے، تو اپنی نہیں چلانی ہے بلکہ اللہ کی ماننی ہے، اللہ کا حکم ہے کہ رکعت نماز پڑھنی ہے، تو کو دو ہی پڑھنی ہے، بس دو ہی پڑھو، زیادہ پڑھیں گے، تو گناہ ہوگا، بس یہاں ماننا ہے، اسی ماننے کا نام عبدیت اور بندگی ہے، نہیں مانتا تو وہ اللہ کا بندہ نہیں ہے۔

انسان اور جنات کی پیدائش کا مقصد

اللہ نے پوری کائنات کا نظام بنایا ہے، اور اس میں جن وانس کو پیدا فرمایا تو اس کا مقصد بھی بتلایا کہ "وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون" (۱) کہ ہم نے جنوں کو اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں اور ہماری بات مانیں اور ہمارے سامنے اپنی عبدیت اور بندگی کا اظہار کریں اور ہمیں پہچانیں کہ ان کی تخلیق کا اور ان کی پیدائش کا مقصد عبودیت ہے، ان کی پیدائش کا مقصد ہی اپنے پروردگار کی بات ماننا ہے، اگر ماننے والی صفت ہے، تو ان کے اندر بندگی ہے، عبودیت ہے، یہ اللہ کی مان رہا ہے، یہ اللہ کا بندہ ہے، جب یہ صفت اس کے اندر ہے کہ وہ اللہ چاہی کرتا ہے، من مانی نہیں کرتا ہے، تو وہ اللہ کا بندہ ہے، اگر یہ صفت پائی جائے تو انسان مومن ہے، اللہ کا بندہ ہے، اور اگر یہ صفت نہ پائی جائے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ نہیں ہے۔

مقبول بندے کی دوسری صفت

"الذین یمشون علی الارض ھونا" اللہ کے وہ بندے جو زمین پر اطمینان سے چلتے ہیں، آرام سے چلتے ہیں، زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے، ایسے لوگ بھی اللہ کے محبوب بندے ہیں، اور جو زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں، چھاتی تان کر چلتے ہیں، وہ اللہ کے محبوب اور مقبول بندے نہیں ہیں، اس لیے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا "ولا تمش فی الارض مرحا" زمین پر چھاتی تان کر، زمین پر اترا کر، زمین پر اکڑ کر مت چلو، کیونکہ "إنك لن تخرق الأرض ولن تبلغ الجبال طولاً" (۲) نہ تم زمین کو پھاڑ

(۱) سورۂ الذاریات آیت ۵۶۔ (۲) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۷۔

سکتے ہواور نہ تم پہاڑوں کے برابر ہو سکتے ہو، تمہاری حیثیت کیا ہے "خلق الانسان ضعیفاً" (۱) انسان کمزور ہے، ناتواں ہے، پانی کا بلبلہ ہے، جس کو پل کا بھروسہ نہیں، تو پھر کس لیے زمین پر اکڑ کر چلتے ہو، دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا "ولا تمش فی الأرض مرحا، ان اللّٰہ لایحب کل مختال فخور" (۲) کہ زمین پر اترا کر مت چلو، بیشک اللہ تعالی اترانے والوں کو، فخر کرنیوالوں کو، گھمنڈ کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا، اللہ کے کون سے بندے ہیں؟ جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، عاجزی کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانوں میں اس طرح چلتے ہیں کہ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال یہ تھی "إذا مشى تكفأ تكفؤاً كأنما انحط من صبب" (۳) جب چلتے تھے تو ایسا چلتے جیسا کہ اونچائی سے نیچے کی طرف چل رہے ہوں، جب ڈھال ہوتا ہے، تو ڈھال پر آدمی سنجیدگی سے چلتا ہے، تو ایسی چال انسان چلے کہ وہ گویا اوپر سے نیچے کی طرف آ رہا ہے، اور اطمینان سے آہستہ آہستہ چلتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیماروں کی طرح چلنے لگے، بلکہ وقار کے ساتھ، قوت کے ساتھ چلے، مگر چال میں مرح نہ ہو، گھمنڈ نہ ہو، بڑائی نہ ہو، عاجزی کے ساتھ چلے، کامل مومن کی طرح چلے، جس طرح کامل مومن چلتا ہے، اس طرح چلے، طاقت ور انسان جس طرح چلتا ہے، اس طرح چلے، اطمینان کے ساتھ درمیانی چال چلے، زمین پر اکڑ کر چلنا اس کی شان نہیں ہے، انسان کی حیثیت ہی کیا ہے، ایک ناپاک قطرہ سے بنا ہے، مٹی سے بنا ہے، اور مٹی میں ہی جانا ہے، آخر اس کا حشر کیا ہوگا، جب مٹی سے وہ نکلا ہے، اسی مٹی میں جانا ہے، تو پھر اکڑ کر چلنے کا کیا مطلب؟

(۱) سورۂ نساء آیت ۲۸۔ (۲) سورۂ لقمان آیت ۱۸۔ (۳) سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۵۷۰ / کتاب المناقب۔

اللہ کو یہ چال پسند نہیں، اللہ کہتا ہے کہ میرے جو خاص بندے ہیں وہ "یمشون علی الارض ھونا" وہ آرام سے چلتے ہیں، اطمینان والی چال چلتے ہیں، درمیانی چال چلتے ہیں، نرم چال چلتے ہیں، ان کی چال میں کوئی بڑائی نہیں ہوتی، اس میں گھمنڈ، غرور، فخر کی بات نہیں ہوتی، ایسی درمیانی چال چلنی چاہئے۔

مقبول بندے کی تیسری صفت

اللہ تعالی تیسری صفت بیان کررہے ہیں "وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" اللہ کے بندوں کے سامنے اگر کوئی جاہل آدمی آجاوے، کوئی جھگڑالو آجائے، تو وہ اس کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتے، اللہ کے بندوں کا یہ شیوہ نہیں ہے، اللہ کے بندوں کا یہ کردار نہیں ہے، اللہ کے بندے تو ایسے ہیں کہ اگر کوئی راستہ میں الجھ گیا، تو وہ کان دبا کر نکل جاتے ہیں، اللہ کے بندے کو اگر کوئی گالی دے، تو وہ کہتے ہیں بھائی یہ ہمارا کام نہیں "لنا اعمالنا ولكم أعمالكم" تمہارے لیے تمہارے اعمال، ہمارے لیے ہمارے اعمال، بس ہم نہیں جھگڑتے، ہم تو جارہے ہیں، ایسے بندوں کو اگر کسی جھگڑالو سے واسطہ پڑجائے، کسی شرارت کرنے والے سے واسطہ پڑجائے، تو اس کے سامنے، اس کے ساتھ وہ جھگڑا نہیں کرتے، بلکہ اس کے ساتھ ایسے انداز سے پیش آتے ہیں، اس طریقہ سے اس کے ساتھ پیش آتے ہیں، کہ وہ خود شرمندہ ہوجائے، غصہ میں برا بھلا کہہ رہا ہے، گالی دے رہا ہے، آپ کہہ رہے ہیں، بھائی صاحب ایسا ہے، وہ گالی دے رہا ہے، اور آپ بھائی صاحب کہیں گے، وہ خود شرمندہ ہوجائے گا، الا یہ کہ انتہائی بدتمیز ہو تو اس کا معاملہ ہی الگ ہے، اگر اس کے اندر انسانیت ہے، اس کے اندر شرافت ہے، اگر وہ غصہ میں بول رہا ہے اور آپ

نے کہا بھائی صاحب ایسا نہیں ہے، وہ شرمندہ ہوگا، وہ کہے گا کہ دیکھو میں اس کو گالی دے رہا ہوں، اور وہ مجھے بھائی کہہ رہا ہے، جھگڑا ختم ہوگا، اللہ کو ایسے بندے پسند ہیں "وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً" جب جاہلوں سے واسطہ پڑتا ہے تو ان سے سلام کرکے آگے نکل جاتے ہیں۔

مقبول بندے کی چوتھی صفت

اللہ نے چوتھی صفت بیان فرمائی ہے "والذين يبيتون لربهم سجدا و قياماً" اللہ کے وہ بندے جو رات اس حالت میں گزارتے ہیں کہ کبھی وہ سجدے میں ہیں، کبھی وہ قیام میں ہیں، یعنی رات بھر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، ایسے بندے ہیں، جو ٹانگیں پھیلا کر نہیں سوتے، بلکہ رات کے آخری حصہ میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں "تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاو طمعاً" (۱) ایسے لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ ہوجاتے ہیں، اور وہ اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، ڈر کر اور ثواب کے لالچ میں، ایسے بندے اللہ کے بندے ہیں۔

فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد ہے

اللہ کے یہاں محبوب اور مقبول وہ ہیں، جو رات کی یعنی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أفضل الصلاة بعد الفريضة صلوة الليل" (۲) فرض نمازوں کے بعد سب سے بہترین رات کی نماز ہے، یعنی تہجد

(۱) سورۂ سجدہ آیت نمبر ۱۶۔ (۲) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۹۸۲/ کتاب الصیام۔

کی نماز، فرائض تو ادا کرتے ہیں،ان پانچ وقتوں کی نماز کے علاوہ تہجد پڑھتے ہیں،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک یہ نماز فرض رہی، عام مسلمانوں پر یہ نماز فرض نہیں رہی،مگر اس کی اہمیت اور اس کی حیثیت باقی ہے، اس لیے اس کا اہتمام کیا جائے، پانچوں نمازیں بھی پوری کی جائیں اس کی کوشش کی جاوے کہ پانچ نمازیں وقت پر اور مسجد میں پڑھیں،اور رات میں کوشش کریں کہ تہجد پڑھیں، اس کا وقت ویسے تو عشاء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے؛لیکن رات کے آخری حصہ میں پڑھنا بہتر ہے، عام طور پر اس وقت آنکھ کھل بھی جاتی ہے؛لیکن نینداس کو تھپکی دیتی رہتی ہے کہ سوجا، سوجا، ورنہ عام طور پر تو آنکھ کھل ہی جاتی ہے،اس وقت آنکھ کھلی، اٹھا وضو کیا اور چار رکعت اسی وقت پڑھ لی،اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے کہ نماز تہجد پڑھیں، تہجد کے وقت آسمان پر اللہ کی طرف سے منادی ہوتی ہے کہ کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اس کی دعائیں قبول کروں،کوئی ہے لینے والا کہ وہ دعا مانگے اور اس کو میں قبول کروں ، اللہ تعالی کی طرف سے اعلان ہوتا ہے،اس وقت جو اللہ کے بندے اٹھتے ہیں اور اللہ سے مانگتے ہیں تو اللہ ان کو دیتا ہے۔

ہم کوشش کریں کہ اللہ کے مقبول بندے ہو جائیں

میرے دوستو! کوشش کریں کہ رات کو اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں،اور اللہ سے مانگیں ،سارے مسائل اللہ کی طرف سے حل ہوں گے،اور اللہ ہی حل کرنیوالا ہے،اور ہمارا شمار اللہ کے محبوب اور مقبول بندوں میں ہوگا، اس کی بھی کوشش کرنی ہے،اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس کی توفیق دے،اور اس کے بعد اللہ تبارک وتعالی ان بندوں کی خصوصیات بیان کر کے کہہ رہا ہے کہ ہمارے بندے نماز پڑھتے ہیں،رات

میں تہجد پڑھتے ہیں، ان کی رات رکوع میں سجدہ میں، قیام کی حالت میں بسر ہوتی ہے، تمام صحابہ کرام اور اللہ کے نیک بندے رات میں اٹھتے ہیں، اور تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور اللہ کے مقبول اور محبوب بندے بنتے ہیں "من طلب العلی سهر الليالی" اس لیے کوشش کریں کہ اللہ ہمیں بھی رات میں تہجد پڑھنے کی توفیق دے۔

مقبول بندے کی پانچویں صفت

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پانچویں صفت "والذين يقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما، انها ساءت مستقرا و مقاما" اور اللہ کے وہ بندے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے سے جہنم کا عذاب ہٹالے، وہ ڈرتے ہیں، اللہ کے سامنے روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، آہ وزاری کرتے ہیں کہ اے میرے مالک، اے میرے خالق، اے میرے پروردگار! میں گنہ گار ہوں، میری پوری زندگی گناہوں میں بسر ہوئی ہے اور میں تیرا نالائق بندہ ہوں، تیری اطاعت نہیں کرسکا، اے اللہ مجھے معاف فرما، اے اللہ میری بخشش فرما، اور اے اللہ جہنم کا عذاب مجھ سے ہٹالے، مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اس کو برداشت کرسکوں، اے اللہ یہ تو بڑا ٹھکانہ ہے، اس کی مجھ میں ہمت نہیں ہے، اس کی مجھ میں سکت نہیں ہے، اے پروردگار مجھ سے جہنم کا عذاب ہٹالے یہ تو بڑا شدید ہے، بڑا سخت ہے، یہ دعائیں مانگتے ہیں، اور وہ کرتے ہیں جو اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں، جو جتنا زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے، جس کو جتنی معرفت نصیب ہوتی ہے، وہ اتنا ہی ڈرتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھو، پولس والا ہے، تو آدمی اس سے ڈرتا ہے یا نہیں، اور جس کو پتہ نہیں کہ وہ پولیس والا ہے یا نہیں، تو وہ نہیں ڈرے گا، اس نے کبھی نہیں دیکھا کہ

پولیس والا کیسا ہوتا ہے، اس کی وردی کیسی ہوتی ہے، وہ تو اس کے سامنے چھاتی تان کر جائے گا اور نہیں ڈرے گا، اور جس کو پتہ ہے کہ پولیس والے کی یہ وردی ہوتی ہے، اور ان کے ہاتھ میں بندوق ہوتی ہے، تو وہ دیکھ کر ہی ڈر جاتا ہے، چونکہ اس کو پتہ ہے کہ یہ پولس والا ہے، ایسے ہی شہر کا کوئی افسر آجاوے، وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو جاوے، اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ افسر ہے، تو آپ اس کے سامنے زور سے نہیں بولیں گے، اس کے سامنے بدتمیزی نہیں کریں گے، گالی گلوچ نہیں کریں گے، اور اگر پتہ چل جائے کہ یہ سہارنپور کا افسر ہے، تو اس سے ڈریں گے، ہاں جب تک پتہ نہیں، اس کے سامنے سگریٹ لگائے گا، لیکن جب پتہ چل جائے گا کہ وہ افسر ہے تو فوراً ڈر جائے گا، اور اس کے اوسان خطا ہو جائیں گے، اللہ تبارک وتعالی کو جس نے پہچانا، وہ اللہ سے ڈرتا ہے، ہم یہ سنتے ہیں کہ اللہ ہے، اور اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے، اللہ نے جہنم بنا رکھی ہے، اس کے اندر کیسے کیسے سخت عذاب دیتا ہے، تو ہماری ہمت سے باہر ہے کہ ہم اس کی نافرمانی کریں گے، یا ہم اس زمین پر فساد کریں گے، ہم نے اللہ کو پہچانا نہیں ہے، صرف کہتے ہیں کہ اللہ ہے، کوئی ہے، مگر یہ نہیں جانا کہ اس کی حقیقت کیا ہے، وہ قادر مطلق ہے اس کی پکڑ اور گرفت کیسی ہے "إن بطش ربك لشديد" (۱) اس کی پکڑ تو بہت سخت، اور جب وہ جہنم میں عذاب دیتا ہے "انها ساءت مستقرا و مقاما" اور جہنم برا ٹھکانا ہے، بری جگہ ہے، جس کو پتہ ہے وہ ڈرتا ہے، جس کو پتہ نہیں ہے وہ نہیں ڈرتا ہے، اگر اس کو اللہ کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو وہ اللہ سے نہیں ڈرتا ہے، تو جو لوگ اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالی کتنی پکڑ والے ہیں، کتنی سخت اس کی گرفت ہے، جس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالی

---

(۱) سورۂ بروج آیت نمبر ۱۲۔

کتنی سخت پکڑ والے ہیں، تو وہ اللہ کی پکڑ سے، اللہ کی سزا سے نہیں ڈرے گا، اس لیے علماء کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء ہی اللہ سے زیادہ ڈرتے ہیں "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" (۱) کیونکہ وہ اللہ کو جانتے ہیں، ان کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

مقبول بندے کی چھٹی صفت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی چھٹی صفت بیان کی ہے "والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواما" وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں، اس میں فضول خرچی نہیں کرتے، نہ تو بخل کرتے ہیں، اور نہ ہی فضول خرچی کرتے ہیں، بلکہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں، جہاں ضرورت ہے وہاں خرچ کرتے ہیں، جہاں ضرورت نہیں ہے، وہاں خرچ نہیں کرتے ہیں، تو یہ بھی اللہ کے بندے ہیں، جیسے وہ بندے اللہ کے جو دعائیں کرتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں، ایسے ہی یہ اللہ کے بندے جن کو مال دیا ہے، اس کو بیکار نہیں اڑاتے، ورنہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال ہے، میں جہاں چاہوں اور جس طرح چاہوں خرچ کروں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کل قیامت کے دن مال کے سلسلہ میں سوال کرے گا "من أين اكتسبه وفيما أنفقه؟" کہاں سے کمایا، کس طرح کمایا، جائز طریقہ سے کمایا ہے یا ناجائز طریقہ سے، حرام طریقہ سے کمایا یا حلال طریقے سے کمایا، محنت مزدوری سے کمایا یا ڈکیتی سے کمایا، یا خون پسینہ سے کمایا، اس کے بارے میں سوال ہوگا، اور جب کما لیا یہ نہیں کہ میرا مال ہے، جس طرح چاہوں

---

(۱) سورۂ فاطر آیت نمبر ۲۸۔

اڑاؤں، اللہ کہیں گے خرچ کہاں کیا تھا؟، دھوکہ دہی میں، جھوٹ میں، مقدمات میں ،فلم میں، گندے کاموں میں، زنا میں، کہاں کہاں خرچ کیا تھا، اللہ پوچھے گا، اللہ کے بندے جو خرچ کرتے ہیں تو صحیح صحیح خرچ کرتے ہیں، ضرورت کی جگہ پر خرچ کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اگر زکوۃ ادا نہیں کرتے تو بخیل ہیں مجرم ہیں، اللہ کی طرف سے پکڑ کے مستحق ہیں، اور اگر زکوۃ ادا کرتا ہے، تو یہ اللہ کا بندہ ہے، ضرورت کی جگہ پر خرچ کرتا ہے، بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے، ماں باپ پر خرچ کرتا ہے، بھائی بہن پر خرچ کرتا ہے، اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہے، جتنی ضرورت ہے اتنا ہی خرچ کرتا ہے، ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے، فضول میں نہیں اڑاتا ہے، بیکار نہیں اڑاتا، جتنی ضرورت ہے اسی کے مطابق خرچ کرتا ہے، ایسے ہی بخل نہیں کرتا ہے، ضرورت ہے کپڑے کی مگر نہیں لیتا، ضرروت ہے سامان کی مگر نہیں لیتا، ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے، احتیاط سے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالی نے نظام بنایا ہے کہ کتنا حصہ نکالنا ہے، سو روپیہ میں ڈھائی روپیہ اللہ کے راستہ میں نکالتا ہے یہ زکوۃ ہے، اگر وہ کوشش کرتا ہے اور نکالتا ہے تو وہ اللہ کا بندہ ہے، یعنی جہاں ضرورت ہے وہاں خرچ کرتا ہے، اور جہاں احتیاط کی ضرروت ہے وہاں احتیاط کرتا ہے، نہ تو بخل سے کام لیتا ہے، نہ فضول خرچی کرتا ہے، ایسے اللہ کے مقبول اور محبوب بندے ہیں اور جو بیکار فضول خرچی کرتے ہیں، ان پر اللہ کی پکڑ آتی ہے، پھر اللہ تعالی ان کے ساتھ اپنے مخصوص بندوں والا معاملہ نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ اللہ کے نافرمان بندے ہوتے ہیں۔

مقبول بندے کی ساتویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالی ایک صفت بیان فرماتا ہے" والذین لایدعون مع اللّٰہ

الھــا آخــر" اللہ کے وہ بندے، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اللہ نے سب کچھ دیا ہے، ہمارا خالق اللہ، ہمارا مالک اللہ، سب کچھ اسی نے دیا ہے، جان اسی نے دی ہے، کھانا پینا اسی نے دیا ہے، ہمارے ماں باپ اسی نے دئے ہیں، اور ہماری زندگی میں ہدایت اسی نے دی، اسی نے ہمارے تمام کاروبار کو چلایا، اگر اس کے ساتھ غیر اللہ کی پرستش کی جاوے، اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا کی جائے، اللہ کو یہ پسند نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف اعلان کر دیا کہ ہمارے دربار میں چاہے جتنا بڑا گنہگار آ جائے، ہم اس کو معاف کر سکتے ہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ شرک کرنے والا نہ ہو"إن اللّٰـه لايغـفر أن يشرك به" اگر زندگی میں اس نے ذرا بھی شرک کیا ہے، تو اللہ کہتے ہیں کہ ایسے کو ہم ہرگز نہیں بخشیں گے، اللہ کے یہاں شرک کی گنجائش نہیں ہے، نماز نہیں پڑھی معاف ہو سکتا ہے، روزہ نہیں رکھا معاف ہو سکتا ہے، زنا کیا، چوری کی، بڑے سے بڑے گناہ کئے، سب معاف ہو سکتے ہیں؛ لیکن اگر شرک کیا اللہ کے ساتھ، اللہ کے ساتھ کسی کو خدا ٹھہرایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا، پھر اس کی بخشش نہیں، بلکہ صاف صاف فرمایا"ويـغـفـر مـادون ذلك لـمـن يشـاء" (۱) اس کے علاوہ کتنا ہی بڑا گنہگار ہو، کتنا ہی بڑا مجرم ہو، اس کو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو بخش دیں گے، ہم اس کو معاف کر دیں گے، لیکن اگر کسی نے شرک کیا تو ہم اس کو نہیں بخشیں گے، تو اسی لیے اللہ کو ایسے بندے، جو عباد الرحمٰن ہیں، جن کا عقیدہ پختہ ہے، اللہ کی وحدانیت پر پورا یقین ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، حالات کیسے ہی ان پر ناگفتہ بہ ہو جائیں، نیرنگی ایام اور زمانہ کی گردش ان کے ساتھ جیسا بھی معاملہ کرے، اور آزمائش ان کے ساتھ کسی بھی طرح

---

(۱) سورۂ نساء آیت نمبر ۴۸۔

ہو جائے، مگران کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ ہو پائے، دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، مگر وہ ہر حال میں اللہ ہی کو کارساز، اسی کو نعم المولی اور نعم النصیر سمجھے، تو ایسے لوگ اللہ کے محبوب بندے ہیں، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:
"والذین لایدعون مع اللّٰہ الھا آخر۔

مقبول بندے کی آٹھویں صفت

"ولایقتلون النفس التی حرم اللّٰہ إلاباالحق" اور وہ بے جا انسانوں کو قتل نہیں کرتے ہیں، کسی کی جان نہیں مارتے ہیں، یہ اللہ کے بندے ہیں، جو جانیں اللہ نے حرام کردی ہیں کہ ان کو نہیں مارنا ہے، ان کو نہیں مارتے "الابالحق" ہاں اگر کسی نے بے جا کسی کو قتل کردیا، پھر اس کے بدلہ میں اس کو قتل کیا جائے گا، لیکن بغیر کسی مطلب کے، بغیر کسی قصاص کے چونکہ انسان کو قتل کرنا حرام ہے، اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اگر کسی نے بغیر جرم کے کسی انسان کو قتل کیا تو گویا کہ اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا "من قتل نفسا بغیر نفس فکأنما قتل الناس جمیعاً" آج کل کوشش کیا ہوتی ہے، اگر کسی سے ذرا سی گڑبڑ ہو جائے، تو فوراً کہتے ہیں کہ میں تمہیں نمٹا دوں گا، تمہیں قتل کردوں گا، یا تم کو جان سے مار دوں گا، بڑی غلطی ہے، بڑا گناہ کا کلمہ ہے، اللہ تبارک وتعالی معاف نہیں کرتا ہے، اللہ کہتا ہے، اگر کسی نے کسی کی جان ماری تو گویا کہ "کأنما قتل الناس جمیعاً" گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا "ومن احیاھا فکأنما احیا الناس جمیعاً" (۱) اور جس نے کسی کی جان بخشی کی گویا کہ اس نے تمام انسانوں کی جان بخشی کی، ایسے انسان جو بیجا قتل وغارت گری نہیں کرتے، بیجا لوگوں پر

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۲۔

ظلم نہیں کرتے، وہ اللہ کے مقبول اور محبوب بندے ہیں، اور اگر اس کے خلاف کرتے ہیں تو وہ بڑا خراب کام کرتے ہیں اور ان کو تو عذاب چکھنا پڑے گا۔

مقبول بندے کی نویں صفت

"ولا یزنون" اور اللہ کے وہ مقبول بندے زنا نہیں کرتے، خواہش کو پوری کرنے کے لیے اللہ تعالی نے جو جائز طریقہ بتایا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں، اپنی شہوت کو پوری کرنے کے لیے نکاح بتایا ہے، حدیث پاک کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج" (۱) کہ تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو نکاح کرنا چاہئے، اس لیے نکاح کے ذریعہ اس خواہش کو پورا کیا جاوے، اگر کوئی اس کے برخلاف چلتا ہے، تو وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور بہت بڑا گناہ کرتا ہے، ہم نے آپ کو بتلایا تھا کہ ہماری آنکھ کا بھی زنا ہے، ہمارے پیر کا بھی زنا ہے، ہمارے ہاتھ کا بھی زنا ہے، ہم نے اپنی آنکھ سے غلط دیکھا تو یہ آنکھ کا زنا ہے اور اگر ہم نے اپنے کانوں سے غلط بات سنی، تو یہ کان کا زنا ہے، ہاتھ پیر اگر غلط کام کرتے ہیں تو یہ ہاتھ اور پیر کا زنا ہوا، اللہ تعالی فرماتا ہے "ولا یزنون" میرے جو بندے ہیں وہ زنا نہیں کرتے، نہ آنکھوں کا، نہ کانوں کا، نہ پیروں کا، نا ہاتھوں کا، نہ جسم کے کسی بھی حصہ کا بلکہ "وَالَّذِیْنَ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ" جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ کامیاب مومن ہیں، عرش کے نیچے اللہ تعالی ان کو سایہ دے گا، حدیث کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ سات ایسے لوگ ہوں گے جن کو عرش کے نیچے سایہ ملے گا، ان میں سے ایک وہ

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۶۷۷ رکتاب النکاح۔

بھی ہے جس کو ایک خوبصورت نو جوان عورت غلط کام کی طرف دعوت دے تو وہ کہے "انی أخاف اللّٰہ" (۱) میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ایسے ڈرنے والے لوگوں سے اللہ خوش ہوتے ہیں اور عرش کے نیچے جگہ دیتے ہیں، قیامت کے دن جس دن سورج ہمارے سروں پر ہوگا، ایسے بندے "ولا یزنون" زنا نہیں کرتے، وہ اللہ کے عرش کے سایہ تلے ہوں گے "ومن یفعل ذلك یلق اثاما" اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا "فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاؤلٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ" پھر اگر وہ غلط راہ اختیار کرتے ہیں تو ایسے لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، اور ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا "یضعف لهم العذاب ویخلد فیه مهانا" اور جہنم میں ان کو ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا "الا من تاب وعمل صالحا فاولئك یبدل اللّٰه سیاتهم حسنات" مگر جس نے توبہ کرلی اور نیک کام کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی سیئات کو نیکیوں سے بدل دے گا "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَحِيماً" اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے "وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" اور جس نے توبہ کرلی، اور نیک عمل کرلیا، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

مقبول بندے کی دسویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "والذین لایشهدون الزور" اللہ کے بندوں کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دیتے، آج کل کیا ہوتا ہے، ذرا سا جھگڑا ہوا، جھوٹی گواہیاں دلائی جاتی ہیں، وکیلوں کو پیسے دے کر، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنایا جاتا ہے، آپ کا تعلق اگر کسی سے ہے، اگر اس نے آپ کے سامنے ظلم کیا ہے

(۱) صحیح البخاری حدیث نمبر ۶۲۰ / کتاب الایمان۔

اورظالم آپ کے ساتھ ہے،تو آپ کوصحیح صحیح بات کہنی چاہئے، آپ کو کچھ چھپانا نہیں چاہئے،حق کو نہ چھپایا جائے، جھوٹی گواہی نہ دی جائے، اللہ کہتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے، جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے، جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی گرفت آتی ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتى يكتب صديقاً وإنّ الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار وإن الرجل ليكذب حتى يكتب كذاباً"(۱) کہ سچائی نیکی کا راستہ ہے، اور نیکی جنت کا راستہ ہے، اور جو آدمی سچ بولتا ہے، اس کا نام سچوں میں لکھا جاتا ہے، اور جھوٹ برائی کا راستہ ہے، اور برائی جہنم کا راستہ ہے، اور جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا نام جھوٹوں کی لسٹ میں لکھا جاتا ہے، غرضیکہ سچائی نجات دلانے والی ہے، اور جھوٹ کے اندر ہلاکت ہے، جن لوگوں نے سچ کو اپنا شیوہ بنایا اور جھوٹ سے حفاظت کی، وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، آج کل دنیا میں یہی سب ہو رہا ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں، ایک دوسرے پر زیادتی کر رہے ہیں، ایک قتل کرتا ہے دس کے نام اور جھوٹ میں لکھوائے جاتے ہیں، اور پھر اس کے لیے گواہی تلاش کرتے ہیں، پیسہ دے کر جھوٹی گواہیاں حاصل کی جاتی ہیں، یہ لوگ اللہ کے مقبول اور محبوب بندے نہیں ہیں؛ بلکہ اللہ کے ایسے مجرم بندے ہیں جن پر اللہ کی گرفت ہوگی، اس بات کی ہمیں عادت ڈالنی چاہئے کہ جھوٹ کا ہم سہارا نہ لیں، اللہ ہمیں سچا بنادے اور ہمیں اپنے مقبول اور محبوب بندوں میں سے بنائے۔

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۷۱۹ رکتاب البر والصلۃ والآداب۔

مقبول بندے کی گیارہویں صفت

"وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً" اوراللہ کے یہ محبوب بندے جب کسی مجلس سے گزرتے ہیں،توشریفوں کی طرح گزرجاتے ہیں،کوئی ایسی مجلس ہو جہاں فحش باتیں ہورہی ہوں،خراب باتیں ہورہی ہوں،تو وہ چپ چاپ گزرجاتے ہیں، چاہے گانا بجانا ہورہاہو،اس سے بھی چپ چاپ گزرجاتے ہیں،اور جواللہ کے مقبول اور محبوب بندے نہیں ہوتے، وہاں وہ بیٹھتے ہیں، گناہ کے اندر شریک ہوتے ہیں، ایسے اللہ کے بندے نہیں ہوتے ہیں، آج کل میلے ہوتے ہیں،جن میں خرافات ہوتی ہیں، گناہ ہوتاہے،ناچ گانے ہوتے ہیں،رقاصائیں ناچتی ہیں،غیرمحرم عورتیں آتی ہیں، چاہے وہ ریڈیوہو،ٹیلی ویژن ہو،وی سی آرہو،ان سب کے اندرخرافات ہوتی ہے، غیرمحرم عورتوں کی تصویریں آتی ہیں،وہ بھی خراب مجلس ہے،ایسے ہی کسی کی بیٹھک ہو،جہاں پرغلط باتیں ہوتی ہوں،غلط چیزوں کافروغ ہوتاہو،تو ایسی صحبتوں سے بچتا ہے "وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً" شریفوں کی طرح گزرجاتے ہیں،اس کی طرف دیکھتے بھی نہیں، ڈھول ڈھماکہ ہورہاہے، کھڑے نہیں ہوتے، وہاں اپنی سائیکل،اپنی گاڑی کوروک کرکھڑے نہیں ہوتے بلکہ شریفوں کی طرح گزرجاتے ہیں،ادھرگردن بھی نہیں گھماتے "لاحول ولا قوة الا باللّٰه" پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں،کہیں غیراللہ کی پوجاہورہی ہے،یاگانے گائے جاتے ہوں،تو وہاں سے "استغفر اللّٰه ربی من كل ذنب" پڑھتے ہوئے گزرجاتے ہیں،یہ شریفوں کاکام ہے "مروا کراما" ایسے لوگ اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں۔

مقبول بندے کی بارہویں صفت

پھر اللہ نے آگے بارہویں صفت بیان کی ہے ”والذین إذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا“ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی آیات اور اللہ کے احکامات کی نصیحت کی جاتی ہے، اور ان کے سامنے ان کے رب کی باتیں پیش کی جاتی ہیں، تو وہ اندھوں اور بہروں کی طرح ان پر نہیں پڑتے، بلکہ ان کو غور سے سنتے ہیں، اندھے بہرے کیا ہیں؟ ان کے آگے بین بجاؤ ان کو کچھ پتہ نہیں چلے گا، جیسے بھینس کے آگے بین بجائی جاتی ہے، تو اللہ کے جو نیک بندے ہیں، ان کے سامنے جب اللہ کی آیات پیش کی جاویں، اللہ کی بات ان کے سامنے پیش کی جاے؟ تو وہ غور سے سنتے ہیں، اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ورنہ اندھے بہرے کا معاملہ جیسے بھینس کے آگے بین بجائی جاتی ہے ان کو کچھ پتہ نہیں چلتا ہے، تو اللہ کے ایسے بندے جن کے سامنے اللہ کی آیات، قرآن کریم کی تعلیمات اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پیش کی جائیں، تو وہ غور سے سنتے ہیں ”لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا“ اندھوں اور بہروں کی طرح نہیں پڑتے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی آیات یا اس طرح کی وعظ ونصیحت کی بات ہو، تو اس کو غور سے سنا جائے اور اس پر دماغ لگایا جائے، اور عقل سے کام لیا جائے، اگر ایسا کریں گے، تو اللہ کے محبوب ومقبول بندے بنیں گے، اگر ہم نے یہ صفت اختیار کی، تو انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

مقبول بندے کی تیرہویں صفت

اس کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے ”والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا

وذریاتنا قرة اعین وجعلنا للمتقین إماما" یہ تیرہویں صفت ہے کہ میرے بندے ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہماری بیویوں کو اور ہماری اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، ہماری اولاد کو ہماری بیوی بچوں کو، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا، ایسی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اولاد کو نیک بنا، ان کو بھی ایسی چیز عطا فرما کہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ہو، اور اے اللہ تعالیٰ ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا، اسی طرح وہ دعا کرتے ہیں، یہ تیرہ صفات مکمل ہوگئیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ان صفات کے اختیار کرنے کی توفیق وہمت عطا فرما۔

مقبول بندوں کو بالا خانے ملیں گے

اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے حاملین کے لیے اعلان جاری کیا ہے "اولـــئك یجزون الغرفة بما صبروا" ان کو غرفے ملیں گے، بالا خانے ملیں گے، کمرے ملیں گے جنت میں، جنھوں نے ان تیرہ صفات کو حاصل کرلیا، تیرہ باتوں پر عمل کرلیا، ایسے اللہ کے بندوں کو جنت ملے گی، بالا خانہ ملیں گے، آج دنیا میں کوئی بلڈنگ بناتا ہے، اونچا مکان بناتا ہے، تو دو منزل، تین منزل جس کا کئی منزلہ مکان ہوتا ہے، تو اس کی ایک شان ہوتی ہے، تو جنت میں ہمیں کئی کئی منزلہ عمارتیں ملیں گی، بڑے بڑے غرفے ملیں گے، وہاں ان کو مستی ہی مستی ملے گی "ویلقون فیها تحیة وسلاما" ان کے سامنے فرشتے سلام پیش کریں گے، یہاں دنیا میں ہمیں کوئی سلام کرلیتا ہے، تو ہماری باچھیں کھل جاتی ہیں، ہم پھول جاتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے ہمیں سلام کیا، ڈاکٹر صاحب نے ہمیں سلام کیا، چودھری صاحب نے ہمیں سلام

کیا، خوش ہو جاتے ہیں، یہ آدمی کی طبیعت ہوتی ہے کہ وہ خوش ہو جاتا ہے کہ آج پردھان جی نے خود سلام کیا ہے، تو وہاں جنت میں ہوں گے، تو کون سلام کرے گا، فرشتوں کی طرف سے، اللہ کی طرف سے سلام ہوگا، سلام علیکم، فرشتے بھی سلام کرر ہے ہیں، اور اللہ کی طرف سے بھی سلام کیا جا رہا ہے، جتنے بھی بڑے کی طرف سے سلام ہوتا ہے، اتنا ہی آدمی خوش ہوتا ہے، فرشتوں کی طرف سے بھی سلام ہوگا اور اللہ کی طرف سے بھی سلام ہوگا"خالدین فیھا حسنت مستقرا و مقاما" اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، وہ بہترین ٹھکانہ ہے، اور بہترین جائے قیام ہے، قیام کرنے کی جگہ ہے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کا مقام اور ٹھکانا عطا فرمائے گا، اگر یہ تیرہ صفات ہمارے اندر پیدا ہو گئیں، تو انشاء اللہ ہمیں انعام سے نوازا جائے گا، یعنی اللہ کی طرف سے ہمیں انعام ملے گا، اور ہمارے لیے کیا سرٹیفکیٹ جاری ہوگا، ہم اللہ کے بندے ہوں گے، مقبول بندے ہوں گے، اللہ کے یہاں محبوب بندے ہوں گے، انسان کو کہتے ہیں نہ کہ یہ پردھان جی کے سکریٹری ہیں، ایم ایل اے صاحب کے یہ سکریٹری ہیں، اس کی عزت بڑھ جاتی ہے، کوئی آدمی آوے اور تعارف کرائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں ہم انہیں جانتے ہیں، تھانہ دار صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، اس کی عزت بڑھ گئی، یہ صاحب ہمارے یہاں کے ایم ایل اے کے سکریٹری ہیں، تو اس کا مقام بڑھ جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن میں اپنا خاص اور محبوب بندہ بنا رہا ہے، کس کو؟ جو ان تیرہ صفات کو اختیار کرے، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی نسبت اپنی طرف کر رہا ہے، کہ ارے یہ تو ہمارا محبوب، ہمارا بندہ ہمارا ماننے والا ہے، ارے یہ تو ہماری پارٹی کا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنا کہے، اپنا بنائے، اس کی شان اور اس کی عزت کے کیا ٹھکانے، جو یہ تیرہ چیزیں اختیار کر لے، ایسے بندے اللہ کو محبوب ہیں،

اور وہ سارے بادشاہوں کا بادشاہ سب کا مالک ہے، اس کا کوئی مقبول اور محبوب بن جاوے، کتنا بڑا مقام ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا مقام عطا فرماوے، اور ہم اللہ کے مقبول بندوں میں سے بن جاویں، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرماوے کہ ہم اس کے محبوب اور مقبول بندے بن جاویں۔